

قرآن کی مختصر ترین سورت

جناب محمد رفیق صاحب گجراتی

تعارف | قرآن حکیم کی مختصر ترین سورت کا نام "الکوثر" ہے۔ اس کی تین آیتیں اور کل بارہ الفاظ ہیں۔ اس قدر اختصار کے باوصف یہ سورہ قرآن کے اعجاز کلام کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے صرف ۲۲ حرف ہیں اتنا کچھ کہہ دیا گیا ہے جسے ادا کرنے کے دنیا کی تمام زبانیں قاصر ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَعْطٰیْنَاكَ الْکُوْثِرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاَنْحِرْهُ اِنَّ شَاۤءِیْنٰكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا، پس اپنے رب کے لیے ناز پڑھا اور اسی کے لیے قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

نمائندہ نزول | جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورہ کئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، کبھی اور مقابل کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر حضرت حسن بصریؓ، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ رحمہم اللہ نے اسے مدنی کہا ہے۔ ان حضرات کے اس قول کی بنیاد دراصل حضرت انسؓ کی وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

عن انس قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں

اذا اغضی اغفاءة، ثم رفع رأسا

آپ پر اوجھ سی طاری ہوئی پھر آپ نے مکرراتے

منتسباً، فقلنا: مَا أَضْحَكَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنْزَلْتُ عَلَىٰ أَنْفَا
 سُوْرَةَ، فَقَرَأْتُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ الْكَوْثِرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ
 وَأَنْحَرْهُ إِنَّ شَأْنَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
 ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثِرُ؟
 فقلنا الله ورسوله أعلم - قال:
 فإنه نهر وعد نبيه ربي عن وجل
 عليه خيد كثير هو حوض ترد عليه
 امتي يوم القيامة أنيته عدد النجوم
 (مسلم - كتاب الصلاة)

ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا، اس پر ہم نے عرض کیا
 اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر مسکراتے ہیں۔ آپ
 نے فرمایا: مجھ پر ایک سورت ا بھی نازل ہوئی ہے، پھر
 آپ نے بسم اللہ پڑھ کر سورہ کو تلاوت کی۔ پھر ہم
 سے پوچھا جانتے ہو کہ کون کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کی:
 اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس پر فرمایا: یہ
 ایک نہر ہے جس کے دینے کا میرے پروردگار عزوجل
 نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑی دولت ہے اور یہی
 حوض ہے جس پر قیامت کے روز میری امت پہنچے گی۔
 اس کے پیلے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت انسؓ مدینہ میں تھے لہذا اس سورت کا نزول بھی مدینہ ہی میں ہوا ہے اور یہ روایت بھی اس پر گواہ ہے۔

مگر انہی حضرت انسؓ سے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور دیگر محدثین نے وہ مستند روایات بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں نہر کوثر دکھائے جانے کا تذکرہ موجود ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے قبل مکہ میں پیش آیا تھا۔ اس لیے مجرّد اس روایت کی بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر اس سورہ کا مضمون خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ مکہ دور ہی میں نازل ہوئی اور مکہ دور بھی وہ جس میں دعوتِ اسلامی کی مخالفت شدید ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی نہایت بے پروا ماننے کے عالم میں کفار مکہ کے مظالم برداشت کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اطمینان کے لیے یہ سورہ نازل فرمائی۔

شانِ نزول { اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ سورہ عاص بن وائل کے

بارے میں اتری ہے۔ جب کسی مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو یہ شخص کہتا، دعویٰ فانہ ساجل ابتر، لا عقب له فاذا هلك النقطم ذکک۔ " اس کو پھوڑو، یہ تو لا ولد آدمی ہے، اس کا کوئی پیچھے ہے نہیں، جب مر جائے گا تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔" نیز یہ شخص کہا کرتا تھا کہ انا شافی محمد " میں محمد کا دشمن ہوں۔ چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

۲۔ ثمر بن عطیہ کا قول یہ ہے (اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا بھی ایک قول ہے) کہ یہ سورہ عقبہ بن ابی معیط کے متعلق اتری جو یہ کہتا تھا کہ، اس نبی کا کوئی بیٹا نہیں۔ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کا نام لیا نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

۳۔ عکرمہ اور شہر بن شوذب کے نزدیک یہ سورہ یہودی سردار کعب بن اشرف اور مرداران قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ (اس کی تائید میں بھی حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول موجود ہے)۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ،

قدم کعب بن الأشرف مكة	کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا:
رفقالت له قریش أنت سيدهم	تم مدینہ والوں کے سردار ہو، اس آدمی کو دیکھو جو اپنی
ألا نذی الی هذا الصنبر المنبتو	قوم سے کٹ کر جدا ہو گیا ہے اور اس پر بھی
من قومه، یزعم أنه خیر	اپنے آپ کو ہم سے بہتر خیال کرتا ہے، حالانکہ
منا ونحن أهل الحجیم و	ہم حاجیوں کے نگران، خانہ کعبہ کے منوئی
أهل السدانة و أهل	اور کلید بردار اور حاجیوں کو پانی پلانے والے
السقایة - فقال: " أنتم خیر	ہیں۔ اس پر کعب بولا " تم اس سے بہتر ہو۔
منه - قال فنزلت إنا شائتک	اس پر آیت اِنَّا شَائِتُكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
هُوَ الْأَبْتَرُ -	اتری۔

اس روایت کو ابن جریر اور بزار نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۴۔ عطاء کا قول ہے کہ ابوہب کے بارے میں یہ سورہ اتری ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحبزادہ فوت ہوا تو ابوہب نے مشرکین مکہ کے پاس جا کر کہا: بنت محمد اللیلۃ۔ " محمد رات کو

لا ولد ہو گیا۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔

۵۔ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ پیورہ ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضورؐ کے صاحبزادے فوت ہوئے تو ابو جہل نے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا: "بتر محمدؐ محمدؐ لا ولد ہو گیا۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

یہ پانچوں اقوال حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں درج کر دیے ہیں۔ ایک عام قاری یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنے مختلف اقوال ایک ہی سورہ کی شانِ نزول میں موجود ہیں۔ اکیلے حضرت ابن عباسؓ ہی سے اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں چار اقوال ملتے ہیں۔ دراصل یہ الجھن شانِ نزول کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ و تابعین کے نزدیک کسی آیت کی شانِ نزول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے عمومی حکم کا اطلاق چونکہ فلاں فلاں واقعے پر بھی ہوتا ہے لہذا وہ تمام واقعات بھی اس آیت کی شانِ نزول ہیں۔ گویا شانِ نزول کا تعلق کسی متعین و محدود وقت سے نہیں ہوتا بلکہ حالت و کیفیت کی یکسانی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سورہ میں شَانِ نَزَلَتْ (تیرا دشمن) کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد ہر وہ شخص یا گروہ ہے جو محمدؐ کو صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھے، قطع نظر اس سے کہ وہ خاکِ مکہ کا ابو جہل ہو یا دنیا سے بچنے والے ابو الفضول، آج سے چودہ سو برس پہلے پیدا ہوا ہو یا چودہ سو برس بعد منقولہ ہو۔

ما قبل سورہ سے ربط | اس سورہ سے قبل سورہ ماعون میں مشرکین مکہ کی تکذیب دین بیان کی گئی ہے جس کے ثبوت کے طور پر ان کی تین صفات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یعنی بخل، نماز سے بے پروائی اور ریاکاری۔ اب اس سورہ میں ان تینوں صفات کے مقابل میں انفاق فی سبیل اللہ، نماز کی پابندی اور اخلاص و لٹہیت کی تین صفات سے حضورؐ کو متصف کیا گیا۔ اس طرح ان سورتوں میں دونوں طرف کی دین پرستی کا حقیقی نقشہ کھینچ کر بتا دیا گیا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہے۔ سب لوگ اچھی طرح سے جان لیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا سچا پیرو کار کون ہے اور ان کے نام کو بڑے لگانے والے کون کون سے لوگ ہیں۔ تصدیق دین کس گروہ کا شیوہ ہے اور تکذیب دین کس گروہ کا پیشہ۔

اس طرح یہ سورہ اپنی ما قبل سورہ کے بعد یوں آتی ہے جیسے عذاب کے بعد انعام اور دوزخ

کے بعد جنت کا ذکر آتا ہے۔ قرآن حکیم میں "مقابلہ" کا یہ اسلوب بہت عام ہے۔

ما بعد سورہ سے ربطاً سورہ کوثر میں دشمنوں کے مقابل میں خیر و برکت اور عزت و شوکت کی بشارت

دی گئی ہے۔ آگے کی سورہ (کافرون) میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ چراغ مصطفوی اور شرابِ نبویہی میں ازلی دشمنی ہے اس لیے اب کفار کو بالکل علیحدگی اور قطع تعلق کا اعلان کر دیا جائے اور یہ ایک قسم کا اعلانِ جنگ ہے۔ پھر آگے کی سورہ (نصر) میں فتح و نصرت اور غلبے کا پیغام دیا گیا ہے۔ اس طرح ان سورتوں کے مابین گہرا معنوی ربط پایا جاتا ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

لغوی تحقیق | اَعْطَيْنَا اَعْطَى يُعْطَى اَعْطَاءً سے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ لغت

میں اَعْطَاءً کے معنی اِنَاءً کے ہیں یعنی کسی کو کوئی چیز دینا، بخشنا، عطا کرنا، عنایت کرنا۔

کوثر کا یہ کثیر سے فوعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے نفل سے نوافل اور جھر سے جوہر۔

کوثر کے لغوی معنی 'خیر کثیر' کے ہیں، یعنی بہت زیادہ مال یا بھلائی۔ اَنْكُوْثْرُ اسی سے اسم معرف باللام ہے اور یہ لفظ بطور صفت بھی مستعمل ہے۔ اس وقت اس کے معنی "بہت زیادہ

مال و ثروت والا یا بہت زیادہ بھلائی والا شخص" کے ہوتے ہیں۔ الکفیت کہتا ہے

وانت كثر يا بن مروان طيب وكان ابوك ابن العقائل كوثرا

اے ابن مروان بقر بہت مال والے اور مجھے آدمی ہو اور تمہارا باپ جو شریف زاموں کا بیٹا

تھا بہت زیادہ مال و ثروت والا اور بہت بھلا آدمی تھا۔

کوثر کی تاویل | کوثر کی تاویل کے بارے میں سلف سے تین مشہور اقوال ملتے ہیں:

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے جس کا مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج

میں کرایا گیا تھا۔ اس تاویل کو حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت

انس، مجاہد اور ابوالعالیہ نے اختیار کیا ہے۔ روایات صحیحہ کی رو سے اس نہر کا پانی دودھ سے

زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس کی مٹی مشک سے بڑھ کر

خوشبودار ہے۔ اس کے کنارے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں جن پر عمدہ موتیوں کے محل

ہیں۔ اس کی تہہ میں کنکر پتھروں کے بجائے یا قوت، مرجان اور زبرجد پڑے ہیں۔ اس کے کناروں

پر آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر پیالے رکھے ہیں۔ جس نے ایک دفعہ اس کا پانی پی لیا اسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی اور جو اس سے محروم رہے اسے کبھی سیرابی نصیب نہ ہوگی۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عن أنس رضی اللہ عنہ قال:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف

لما عرج بالنبی صلی اللہ علیہ

لے گئے (واپس آکر) فرمانے لگے: میں ایک نہر پہنچا

وسلم الی السماء، قال:

جس کے دونوں کناروں پر اندر سے کھلے کیے

أتیت علی نہر حافتاء

ہوئے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے جبریلؑ

قباہ اللؤلؤ مجوفاً۔ فقلت

سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یہ

ماہذا یا جبریل؟ قال

کوثر ہے۔

هذا الكوثر۔

ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت

عن ابی عبیدہ عن عائشة

عائشہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ

رضی اللہ عنہا قال سألتهما

الکوثر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا

عن قولہ تعالیٰ: اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ

یہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

الکوثر، قالت نہر اعطیہ

عطا ہوتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر اندر سے

نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم

خالی مورتی ہیں، اس کے رینے کے پیالے ستاروں

شاطئہ علیہ دتر مجوف

کی تعداد کے برابر ہیں.....

انیتہ کعد النجوم۔

۲۔ کوثر سے مراد حوض ہے جو معشر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔ اس سے آپؐ کو مین

کو سیراب فرمائیں گے۔ یہ تاویل عطاء سے مروی ہے۔ روایات میں اس حوض کے پانی کی وہی خصوصیات

ملتی ہیں جو نہر کوثر کے پانی کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ اس حوض پر بہت جوم ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے امتیوں کو ان کے دمنوں میں دھوئے جانے والے اعضاء کی چمک دکھ سے پہچان لیں گے اور وہ اپنی

امت کی کثرت پر خوشی کا اظہار فرمائیں گے۔

حوض کوثر کے بارے میں بکثرت صحیح روایات موجود ہیں۔ مثلاً حضورؐ نے فرمایا۔

انا فرطکم علی الحوض (متفق علیہ)
 انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی
 رجال منکم، حتی اذا اھویت
 لانا ولھم، اختلفوا دونی، فاقول
 ای رب اصحابی، یقول: لا تدری
 ما احد ثوابہ۔
 (بخاری، کتاب الفتن، عن ابی دائل عن عبداللہ)

میں تم سے پہلے حوض پر ہوں گا۔
 میں تم سے پہلے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا، کچھ لوگ
 میرے قریب لائے جائیں گے۔ جب میں انہیں پانی پلانا
 چاہوں گا تو وہ مجھ سے دور بٹھا دیے جائیں گے، وہ
 کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، وہ
 فرمائے گا اتم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیسے
 اعمال کیے ہیں۔

۳۔ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور اس کا اطلاق دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے تمام انعامات و احسانات پر ہوتا ہے۔ اس تاویل کو حضرت ابن عباسؓ
 سعید بن جبیر، عکرم، قتادہ اور مجاہد نے اختیار کیا ہے۔

ان اقوال میں تطبیق | مذکورہ بالا تینوں اقوال میں سے پہلے اور دوسرے قول میں کوثری اختلاف نہیں ہے۔
 عین ممکن ہے کہ نہر کوثر ہی سے یہ حوض جاری ہو۔ صحیح احادیث سے اس امر کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

..... ثم قال اتدرون ما الكوثر؟ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے
 فقلنا: اللہ ورسولہ اعلم۔ قال: کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک
 فانه نہر وعد نیہ ربی عز وجل ہر ہے جس کے دینے کا وعدہ خدا نے عروج و جلا نے
 علیہ غیب کثیر ہو حوض ترد علیہ مجھ سے کیا ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے اور یہ حوض
 امنی یوم القیامہ انیتہ عدد ہے۔ قیامت کے روز میری امت اس پر پہنچے گی۔
 النجوم (مسلم کتاب الصلوٰۃ۔ عن انس) اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

حوض کوثر کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:-
 یغت فیہ مینا بان یمدانہ اس میں حنٹ سے دو تالیان باک ڈال دی جائیں گی
 من الجنة احدہما من ذھب جو اسے پانی فراہم کریں گی۔ ان میں سے ایک سونے
 والا خسر من ورق۔ کی بنی ہوگی اور دوسری چاندی کی۔

(مسلم کتاب الفضائل عن گویان)

اور اس روایت کی تصریح لاکھ ہو:

يَفْتَحُ نَهْرًا مِنَ الْكَوْثَرِ إِلَى الْحَوْضِ
(مسند احمد عن عبد اللہ بن مسعود)

پھر نہر کوثر اور خیر کثیر کی تاویلوں میں تطبیق دینا بہت آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ نہر کوثر کو بھی خیر کثیر کے ان گنت انعامات میں سے ایک انعام سمجھا جائے اور یوں عام اور خاص میں مطابقت پیدا کی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے یہی تطبیق منقول ہے:

حدثنا أبو بشر عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال في الكوثر هو الخير الذي اعطاه الله ابياه، قال ابو بشر قلت لسعيد بن جبیر فان الناس يزعمون انه نهر في الجنة، فقال سعيد النهر الذي في الجنة من الخير الذي اعطاه الله اياه (بخاری، کتاب التفسیر)

ابو بشر نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کوثر کے بارے میں کہا کہ یہ وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو عطا کی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے تو سعید نے کہا کہ یہ جنت کی نہر بھی اسی "خیر" سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

کوثر کی تاویل میں سلف سے اور بھی بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان سب کو امام قرطبی اور امام سائمی نے اپنی اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ان میں کوثر سے مراد نبوت، قرآن، اسلام، حکمت، اولادِ نبوی، علماءِ اُمت، کثرتِ اُمت، کلمہ طیبہ، سورہ کوثر، حضورؐ کے فضائل، آپ کا علم، آپ کے اخلاقِ حسنہ، آپ کا حسنِ شہرت، دنیا میں آپ پر ہونے والے تمام انعامات، آپ کی شفاعت کبریٰ، مقامِ محمود، نماز پنجگانہ وغیرہ لیے گئے ہیں۔ دو ربیبید میں امام فراہی نے کوثر سے خانہ کعبہ مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک دنیا میں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اور آخرت میں جنت کی نہر کوثر اسی خانہ کعبہ کی روحانی تمثیل ہے۔

مندرجہ بالا تمام تاویلات دراصل "خیر کثیر" کے مفہوم کو آثار و قرآن سے مشخص و متعین کرنے کی

گوششوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ گوششیں اس لیے بھی ضروری سمجھی گئیں تاکہ ذہن کسی محسوس پیکر یا معلوم خیال کی طرف آسانی سے منتقل ہو سکے۔ اس کے لیے دنیا و آخرت میں جو عظیم نعمت بھی حضور کو عطا ہوئی وہ 'کوثر' کہلائی۔ گویا یہاں بھی وہی معاملہ درپیش آیا کہ:

ہر چند ہو مشاہدہ مسوق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

لیکن لفظ 'کوثر' بلکہ 'الکوثر' کی وسعتوں کو محدود کرنا، اس کی کثرتوں کو احاطہ خیالی میں لانا اور اس کے معنوی جلوؤں کو تصور کے پردہ میں پر لانا قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد 'خیر کثیر' کا عمومی مفہوم ہی ہے اور ہم کوثر کے لیے اسی کو صحیح تاویل قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان روایات کا انکار لازم نہیں آتا جن میں اس سے مراد جنت کی نہر یا حوض ہے۔ کوثر یعنی خیر کثیر میں اتنا وسیع ظرف موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کی سمائی ہو سکتی ہے۔ گویا اس کی وہی کیفیت ہے کہ:

عباس انتاشتی وحسنتك واحد وكل الى ذات الجمال بشیر

اسی طرح کوثر کا یہ خواب اپنی تعبیروں کی کثرت کے باوصف پریشان نہیں ہوتا کیونکہ لغت کی تلو سے بھی یہی تاویل عمدہ ہے اور اسی سے قرآن احادیث اور آثار سب میں توفیق و تطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ | اب ہم سورہ کوثر کی اس پوری آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض خاص امور کی طرف مجمل اشارات کریں گے۔

الفاظ کا درجہ و نسبت اور فصاحت و بلاغت | سب سے پہلے الفاظ کے درجہ و نسبت اور ان کی فصاحت و

بلاغت پر غور کیجیے۔

آغاز میں حرف تاکید 'إِنَّا' اور ضمیر جمع متکلم 'نَا' یعنی 'اِنَّا' آیا ہے۔ کلام الہی میں 'إِنَّا' کے آنے سے مزید تاکید پیدا ہو گئی ہے۔ ضمیر جمع متکلم کا استعمال لغت اور قرآن کی تلو سے کبھی جمع کے لیے اور کبھی تعظیم کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں یہ جمع کے لیے قطعاً نہیں آسکتی کیونکہ خدا تو ایک ہی ہے لہذا اسے یہاں صرف تعظیم ہی کے لیے ماننا پڑے گا۔ اس ضمیر نے اس امر کی طرف واضح اشارہ کر دیا کہ کوثر عطا کرنے والی ذات کوئی معمولی ذات نہیں بلکہ بہت بڑی ہستی ہے۔ اس لیے اس کا عطیہ بھی غیر معمولی ہو گا۔

پھر دیکھیے یہاں فعل کو مبتدا پر بھی مقدم کر دیا گیا ہے جس سے کلام میں خاص تاکید و توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ قرآن حکیم میں تاکید و تخصیص پیدا کرنے کے لیے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کرنے کا اسلوب عام ہے اور فعل کو مبتدا پر مقدم کرنے کا اسلوب اس کی ایک فرع ہے۔ اس کی ایک مثال سورہ الحج کی آیت ۴۶ ہے۔

فَاتَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ
تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے
ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

یہاں پر فَا تَّهَا لَا تَعْمَى نہیں فرمایا گیا بلکہ فعل کو مبتدا پر مقدم کر کے اس سے تاکید کا مفہوم پیدا کیا گیا، پھر غور کیجیے اَعْطَيْنَا رِہْمَ نَعْمَ عَطَاكَ دِیَا (فعل ماضی استعمال ہوا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ سَنَعْمِطُیْتُ رِہْمَ عَنقَرِیْبَ تَجِبْ عَطَاكَ دِیَا) بلکہ پیش گوئی کے امر کی واقعیت اور قطعیت ظاہر کرنے کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کوثر عطا کرنے کا واقعہ رونما ہو چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عطیہ مل گیا۔ قرآن میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کو ان کی قطعیت کی بنا پر فعل ماضی میں بیان کرنے کا اسلوب بہت عام ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا
وَوَضِعَ الْكِتَابَ وَجَاءتْ بِالنَّبِیِّیْنَ
وَالشَّہَادَۃِ وَقَفَّیْ بَیْنَهُم بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا یُظْلَمُونَ (الزمر- ۶۹)

اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی اور کتاب
رکھ دی گئی اور انبیاء اور گواہوں کو لے آیا گیا اور
ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر
کوئی ظلم ہونے والا نہیں۔

اس آیت میں اَشْرَقَتِ، وَضِعَ، وَجَاءتْ اور قَفَّیْ سب فعل ماضی کے صیغے ہیں اور محلے کی قطعیت کی وجہ سے استعمال ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ سارا واقعہ آئندہ قیامت کے روز پیش آنے والا ہے۔ لیکن بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا وہ ہو گیا۔

پھر دیکھیے، الکوثر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کی کثرت اور وسعت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہ لفظ کثرت در کثرت اور کثرت بالائے کثرت کا مفہوم رکھتا ہے پھر اسے معرف باللام کر کے کثرت و برکت کی جمیع انواع کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

پھر اس لفظ کوثر کو صفت کے طور پر لایا گیا اور اس کا موصوف حذف کر دیا گیا تاکہ ذہن انسانی خیر و برکت اور کثرت و فیضان کی کسی ایک چیز میں محدود نہ رہے بلکہ انسان کا خیال و تصور جن بھلی اور مفید، کثیر اور

وسیع الشیاد کا احاطہ کر سکتا ہے وہ سب کی سب اس میں آگئیں۔ امام رازنجی کے بقول اس میں خیرات الدنیا و خیرات الاخرۃ سب شامل ہیں۔

پھر فرمائے کہ کوثر کا یہ عطیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کی جزا کے طور پر نہیں دیا گیا اور نہ یہ آپ کے منصب رسالت و نبوت کے لحاظ سے آپ کو ملا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل اس طرح کی کوثری علت بیان نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہی سمجھا جائے گا جو جو صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ اَعْطَيْنَاكَ میں لَنْ کی ضمیر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کوثر کے اس عطیے کا خدا تعالیٰ کا محض فضل و احسان ہونا۔ اور اس کا جزا کے عمل نہ ہونا صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ کوثر عارضی اور محدود شے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل پائیدار اور غیر محدود چیز ہے کیونکہ کسی صالح سے صالح عمل کی جزا بھی ہر حال ایک مقررہ حد، مقدار اور وقت میں محدود ہوتی ہے۔ مزید برآں اعطاء کا لفظ اپنے اندر تلبیک و تخصیص کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ سورہ ص میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

هَذَا اَعْطَاؤُنَا فَاْمَنْتُ اَوْ اَمْسِكُ

یہ ہادی بخش ہے۔ پس (چاہے اب کسی کو اس میں کچھ دے کہ) احسان کرے یا اپنے پاس رکھے، (اس کا بغير حساب۔

(آیت ۳۹) تجھ سے) کوئی حساب نہیں (لیا جائے گا)

اگر یہاں سورہ میں اَعْطَيْنَاكَ کے بجائے اَنْتَبْنَاكَ (ہم نے تجھے دے دیا) کا لفظ آجاتا تو اس سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر غور فرمائیے کہ اس آیت کا اندازِ مخاطب اپنے اندر کیا شرف و فضیلت رکھتا ہے۔ اس میں مخاطب اور مخاطب کے لیے اسمائے معرفہ کا نہیں بلکہ ضمائر کا استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے شرف و مقام کا ذکر کیا تو فرمایا:

وَكَوَلَّ اللَّهُ مُوسَىٰ نَجْمِيًّا (النساء: ۱۶۳) اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا۔

مگر جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا تو یوں گویا ہوا:

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ

ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا۔

کلام کے دونوں انداز دیکھیے۔ ایک میں منکلم اور مخاطب کے لیے اسماء معرفہ آئے ہیں اور دوسرے

میں نمائندگی استعمال ہوئے ہیں۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ان میں کون سا خطاب زیادہ اشرف و افضل ہے اور اپنے اندر کیا امتیاز و خصوصیت رکھتا ہے؟

اس آیت پر یہ ایک سرسری نگاہ ہے جس سے اس کے الفاظ کا در و نسبت اور ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کوثر کی بشارت | پروردگارِ عالم کی طرف سے کوثر کی یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتے میں اس وقت دی گئی جب آپ اور آپ کے ساتھیوں پر کفار قریش نے عرصہٴ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ سرزمینِ مکہ، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کے ذریعے پرندوں تک کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ قرار دیا تھا، آج اسی کو خلیل اللہ کے نام لیواؤں نے ملتِ ابراہیمی کے بچے پیر و کاروں کے لیے ایک عظیم اذیت گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ دائرہٴ اسلام میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کو تخفیر، نفرت، عداوت، سب و تم اور تشدد کا نشانہ بنا پڑتا تھا۔ قریش مکہ کی رعوت کا یہ عالم تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی کم کردہ متاعِ حق کا بڑھ کر غیر مقدم کرتے، اُن اُس کا منہ پڑاتے تھے۔ وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ اُن کے اندر ایک ایسے بے کس و بے نوا شخص نے ہنگامہ کھرا کر دیا ہے جس کے دل کوئی زبیر اولاد نہیں۔ اس لیے جب یہ خود دُنیا سے اٹھ جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامہ بھی دفن ہو جائے گا۔ پھر اس کے ساتھی رہیں گے نہ اس کی یہ دعوت و تبلیغ باقی رہے گی۔

مگر یہ اُن کی خام خیالی تھی!

اللہ رب العالمین نے پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: **إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ** گویا ہم نے تجھے اس سے بھی بہت زیادہ عطا کر دیا ہے جس قدر طلب و تمنا کی جاسکتی ہے۔ آپ کی جسمانی اولاد بھی قیامت تک باقی رہے گی اور روحانی اولاد کی کثرت آپ کے لیے آخرت میں بھی سرمایہٴ افتخار ہوگی۔ دنیا میں فتح و نصرت، عزت و شوکت اور شہرت و برکت کا تاج بھی آپ ہی کے سر پہنچے اور آخرت میں مقام و مرتبہ، رفعت و عظمت اور جنت و کوثر آپ ہی کے لیے چشمِ براہ ہیں۔ اس کے برعکس آپ کے دشمن دنیا میں بھی ذلیل و رسوا اور مغلوب و مرعوب ہوں گے اور عقبیٰ میں ذلت و نامرادی اور بدبختی و محرومی انہی کے لیے منتظر ہیں۔